Fikr-o-Nasar (Islamabad) 11:6 (1973)

معلم کی اهمیت

اقبال کے نظام تعلیم میں استاد یا معلم کو خاص مقام حاصل ہے۔ خود اقبال کی زندگی کی تعمیر میں ان کے بلند پایہ اساتذہ نے جو حصہ لیا وہ ہر کہ و مہ پر روز روشن کی طرح واضح ہے، اقبال اس حقیقت سے پوری طرح آگاہ ہیں ۔ وہ اپنے ایک مضمون ''بچوں کی تعلیم و تربیت،، میں اساتذہ کو قابل تقلید نمونہ پیش کرنے کی تلقین کرتے ہوئے لکھتے ہیں :

''معلم حقیقت میں قوم کے محافظ ہیں کیونکہ آئندہ نسلوں کو سنوارنا اور ان کو ملک کی خدمت کے قابل بنانا انھیں کی قدرت میں ہے ۔ سب محنتوں سے اعلیٰ درجے کی محنت اور سب کارگذاریوں سے زیادہ بیش قیمت کار گزاری ملک کے معلموں کی کارگزاری ہے . . . . معلم کا فرض تمام فرضوں سے زیادہ مشکل اور اہم ہے کیونکہ تمام قسم کی اخلاقی تمدنی اور مذہبی نیکیوں کی کلید اسی کے ہاتھ میں ہے اور تمام قسم کی ملکی ترقی کا سرچشمہ اسی کی محنت ہے ۔ پس تعلیم پیشہ اصحاب کے لئے ضروری ہے کہ وہ اپنے پیشہ کے تقدس اور بزرگی کے لحاظ سے اپنے طریق تعلیم کو اعلیٰ درجہ کے علمی اصولوں پر قائم کریں ۔ جس کا نتیجہ یقیناً یہ ہوگا کہ ان کے دم قدم کی بدولت علم کا ایک سچا عشق پیدا ہو جائے گا جس کی گرمی میں وہ تمدنی اور سیاسی سرسبزی مخفی ہے جس سے قومیں معراج کمال تک پہنچ سکتی ہیں،،(۱) ۔

اقبال نے یہ رائے محض علمی اور نظری لحاظ سے نہیں دی بلکہ انھوں نے مختلف تعلیمی اداروں میں فرائض تدریس کی سر انجام دہی کے دوران اس کی عملی مثال بھی پیش کی ۔ انھوں نے کچھ عرصہ اسلامیہ کالج کے اونچے درجے کے طلبہ کو فلسفہ کا درس دیا ۔ اس سلسلہ میں وہ ۲۸ نومبر ۱۹۱۸ء

---

(۱) مقالات اقبال مرتبہ سید عبدالواحد معینی، صفحہ ۹

یہ مضمون اولاً جنوری ۱۹۰۲ء کے ''مخزن'' میں شائع ہوا تھا ۔ بچوں کی تعلیم و تربیت کے سلسلہ میں آج بھی اس کی افادیت مسلم ہے ۔

© Dr Muhammad Hamidullah Library, IIU, Islamabad.
http://iri.iiu.edu.pk/

کو اکبر اله آبادی کے نام لکھتے ہیں :-

" بہر حال ان لیکچروں کے بہانے سے ان لڑکوں کے کان میں کوئی نہ مذہبی نکتہ ڈالنے کا موقعہ مل جاتا ھے " ۔ (۱)

ایک استاد کی حیثیت سے اقبال نے جو قابل قدر نمونہ پیش کیا ان کے شاگرد بھی اس کی تعریف میں رطب اللسان ھیں ، شیخ عبدالقادر اسلامیہ کالج میں انگریزی ادبیات کے استاد تھے ، وہ رخصت پر گئے تو علامہ اقبال یہ فریضہ سر انجام دینے لگے ۔ ان کے ایک شاگرد خلیفہ شجاع الدین نے اپنے مضمون "علامہ اقبال انجمن کے جلسوں میں" میں ان کے موثر طرز تدریس پر یوں روشنی ڈالی ھے :

"میں ان دنوں ایف اے کا طالبعلم تھا ۔ نصاب میں "متلاشیان حق" کے نام سے ایک کتاب شامل تھی جس میں زمانہ قبل از مسیح کے تین حکماء کی سرگزشتیں درج تھیں ۔ عیسائی مصنف نے ان متلاشیان حق کے بعض اقوال کا موازنہ انجیل کی آیات سے کیا لیکن علامہ مرحوم نے کلام پاک کی ان آیات سے ان اقوال کی تشریح کی جو ان کے ساتھ مطابقت رکھتی تھیں موازنہ کے دوران میں آپ یہ بھی ثابت کرتے جاتے تھے کہ قرآن کی آیات ان اقوال سے بدرجہا افضل اور بہرنوع اکمل ھیں اسلامیہ کالج کی چند روزہ پروفیسری نے ھی آپ کے تجر علمی کا سکہ بیٹھا دیا"(۲) ۔

اس معیار اور مقصد کو پیش نظر رکھنے والے اقبال کو بجاطور پر خداوندان مکتب سے شکایت ھے کہ وہ شاھین بچوں کو خاکبازی کا سبق دے رھے ھیں :

شکایت ھے مجھے یارب خداوندان مکتب سے
سبق شاھین بچوں کو دے رھے ھیں خاکبازی کا

(بال جبریل : ۵۰)

---

(۱) اقبال نامہ (مجموعہ مکاتیب اقبال) مرتبہ شیخ عطاءاللہ ایم ۔ اے، حصہ دوم، صفحہ ۴۷

(۲) ہفت روزہ "حمایت اسلام" شجاع الدین نمبر، جلد ۳۳، شمارہ ۱۵، ۱۶، ۲ مئی ۱۹۵۶

تقلیدی ذہنیت پر تنقید

معلم کا فرض ہے کہ وہ اپنے شاگردوں کو بلند پروازی سکھائے ان کے سامنے زندگی کا پاکیزہ ،ارفع اور اعلیٰ مقصد رکھے اور اس کے لئے انھیں تیار کرے۔ ظاہر ہے کہ یہ کام صرف وہ معلم سر انجام دے سکتا ہے جو غیر معمولی صلاحیتوں کا مالک ہو۔ وہ اساتذہ جو خود اندھا دھند پیروی کے عادی ہوں جو بظاہر خوبصورت نظریوں اور فلسفوں پر فریفتہ ہوں وہ طلبہ میں جدت و تخلیق کی صلاحیتیں کس طرح ابھار سکتے ہیں اقبال کو اساتذہ کے اس مرض پر بہت افسوس ہے۔ ''اساتذہ،، کے عنوان سے ایک نظم میں کہتے ہیں :

کرسکتے تھے جو اپنے زمانے کی امامت
وہ کہنہ دماغ اپنے زمانے کے ہیں پیرو

(ضرب کلیم : ۸۴)

•

ان کے خلاف اساتذہ کا کام صرف چند مقررہ نصابی کتب کی تدریس نہیں بلکہ شاگردوں کی اخلاقی تربیت بھی ان کی ذمہ داری ہے :

وہ فیضان نظرتھا یا کہ مکتب کی کرامت تھی
سکھائے کس نے اسمعیل کو آداب فرزندی

(بال‌جبریل : ۲۱)

بعض اساتذہ مشرقی اور خصوصاً مغربی مفکرین کے مقولے طوطے کی طرح رٹ لیتے ہیں اور ان کی وساطت سے اپنے طلبہ کو مرعوب کرنے کی کوشش کرتے ہیں ۔ ایسے اساتذہ در اصل خود بھی تحقیقی و تخلیقی صلاحیتوں سے عاری ہوتے ہیں اور طلبہ کو بھی اسی تقلیدی راہ پر گامزن کرنا چاہتے ہیں ۔ اقبال اس روش پر شدید ناپسندیدگی کا اظہار کرتے ہیں :

علم غیر آموختی اندوختی   روئےخویش ازغازہ اش افروختی

ارجمندی از سفارش می بری   من ندانم تو توئی یا دیگری
عقل تو زنجیریٔ افکار غیر   در گلوئے تو نفس از تار غیر
بر زبانت گفتگوها مستعار   دردل تو آرزوها مستعار
تا کجا طوف چراغ محفلے   ز آتش خود سوز اگر داری دلے

(رموزبیخودی : ۱۸۶-۱۸۷)

تاهم اقبال چاھتے ھیں کہ شیخ مکتب اپنے ذھن کی کھڑکیوں کو کھلا رکھے تاکہ اس میں روشنی کا گزر ھوسکے استاد کا کام یہ ھے کہ وہ دنیا بھر کے علوم و فنون سے استفادہ کرے اور اس سلسلہ میں کسی تعصب یا تنگ نظری کا شکار نہ ھو لیکن ان کو وحی کی روشنی میں انسانیت کے لئے زیادہ سے زیادہ مفید بنانے کی کوشش کرے۔ اقبال نے ''شیخ مکتب سے،، کے زیر عنوان اپنی نظم میں انھی خیالات کا اظہار فرمایا ھے :

شیخ مکتب ھے اک عمارت گر   جس کی صنعت ھے روح انسانی
نکتہٴ دل پذیر تیرے لئے   کھہ گیا ھے حکیم قآنی
''پیش خورشید برمکش دیوار
خواھی از صحن خانہ نورانی،،

(بال جبریل : ۲۱۷)

اقبال نے متعدد مقامات پر قوم کے ذھین طبقے کی تقلیدی روش پر اظہار رنج و غم کیا ھے اور اس کے مقابلے میں اجتہاد پر زور دیا ھے۔ خطبات میں ایک خطبہ کا عنوان ھی ''الاجتہاد فی الاسلام،، ھے۔ اجتہاد کے لفظی معنی جد و جہد کرنے کے ھیں اسلام کی شرعی اصطلاح میں اس کا مطلب ھے ''شریعت کے اصولی احکام اور جامع ھدایات کے پیش نظر ایسے مسائل کا حل تلاش کرنا جن کی نظیر پہلے نہ ملتی ھو،،۔ چونکہ غلامی کے زمانے میں افراد و قوم کی ھمتیں پست ھوتی ھیں اس لئے وہ فاتح اور غالب اقوام کے

معیاروں پر اپنے مسائل کو حل کرنے کی کوشش کو اجتہاد کا نام دیتے ھیں جس سے قومی تشخص موت کے گھاٹ اتر جاتا ھے اور قوم کا شیرازہ بکھر کر رہ جاتا ھے جیسا کہ اقبال فرماتے ھیں :

اس قوم کو تجدید کا پیغام مبارک
ھے جس کے تصور میں فقط بزم شبانہ
لیکن مجھے ڈر ھے کہ یہ آوازۂ تجدید
مشرق میں ھے تقلید فرنگی کا بہانہ

(ضرب کلیم : ۱۷۰)

اس لئے اقبال اس سلسلہ میں خاصی احتیاط کے قائل تھے۔ دور محکومی میں سب سے زیادہ اھم ملی وجود کا استحکام اور بقا ھوتی ھے لہذا وہ اس دور میں اجتہاد پر زیادہ زور نہیں دیتے۔ لیکن یہ رائے صرف ان امور سے متعلق ھے جن کا تعلق دین سے ھے۔ جہاں تک دنیاوی امور اور علم کا تعلق ھے اقبال کے نزدیک افراد معاشرہ کو ھر دور میں جدت و ندرت کی روش اپنانی چاھئے۔ لیکن اس کے ساتھ ساتھ ملت کو انتشار و افتراق سے محفوظ رکھنے اتحاد اور باھمی یگانگت سے جدوجہد آزادی جاری رکھنے کے لئے مسلمہ اور متفقہ دینی اصولوں کو مضبوطی سے روبہ عمل لانا چاھئے ان میں کسی قسم کا تغیر و تبدل شدید نقصان دہ ثابت ھو سکتا ھے :

مضمحل گردد چو تقویم‌حیات ملت از تقلید می گیرد ثبات
راہ آبا رو کہ این جمعیت است معنئی تقلید ضبط ملت است
اجتہاد اندر زمان انحطاط قوم را برھم ھمی پیچید بساط
ز اجتہاد عالمان کم نظر اقتدا بر رفتگان محفوظ تر

(رموز بیخودی : ۱۴۴)

نصاب تعلیم

نظام تعلیم کی ایک اہم اکائی نصاب تعلیم ہے جسے لازماً ان تصورات کے مطابق ہونا چاہئے جن پر معاشرے کی بنیاد رکھی گئی ہے۔ دنیا کا کوئی معاشرہ — اشتراکی یا سرمایہ داری — اس سلسلہ میں غیر جانبدار نہیں رہ سکتا۔ ان تصورات کا تعلق حیات و کائنات کے حقائق کی تشریح و تعبیر سے ہوتا ہے۔ اسلام دنیا کے تمام نظامہائے زندگی سے کلیۃً جدا رویہ اختیار کرتا ہے اس لئے مسلم معاشرے میں علوم و فنون کی تشکیل اور تدریس اسی مخصوص رویہ کے مطابق ہونی چاہئے۔ ۲۴ جولائی ۱۹۳۴ء کو انجمن حمایت اسلام کی جنرل کونسل کا ایک اجلاس علامہ اقبال کی صدارت میں ہوا۔ معتمد اعزازی نے علامہ کی ایک تحریر اراکین کو پڑھ کر سنائی اس میں علامہ نے مسلم نوجوانوں کے لئے دینی تعلیم کی اہمیت پر جس طرح زور دیا ہے اس سے ظاہر ہوتا ہے کہ وہ نظام تعلیم میں دینی روح پیدا کرنے کے کس قدر خواہشمند تھے:

''تجربہ بتاتا ہے کہ جدید تعلیم نے مسلمان نوجوانوں کے اخلاق زندگی پر کوئی خاص اثر نہیں کیا اور یہ امر ظاہر ہے کہ ایک مسلمان نوجوان کی تعلیم کی اساس اگر دینی اور اخلاقی نہ ہو تو اس میں سیر چشمی، بلند نظری اور خودداری کے وہ اوصاف حسنہ نہیں پیدا ہوسکتے جو اسلامی سیرت کے مابہ الامتیاز ہیں۔ اس کے علاوہ یہ ضروری ہے کہ ہر مسلمان تھوڑا بہت اپنی ملی روایات کا حامل ہو۔ اگر ایسا نہ ہو تو قرآن کریم کے ارشاد کے مطابق ''لتکونوا شہداء علی الناس،، کا مقصد کیونکر پورا ہوسکتا ہے۔۔۔ اب آپ سے میری استدعا یہ ہے کہ اس معاملے پر کافی غور و خوض کے بعد زمانہ حال کے مقتضیات کے مطابق انجمن کے کالج اور سکولوں میں دینی اور اخلاقی تعلیم کا انتظام کیا جائے۔،،(۱)

(۱) علامہ اقبال کا نظریہ تعلیم از محمد حنیف شاہد ایم۔ اے، مندرجہ مجلہ ''اسلامی تعلیم'' لاہور، مارچ، اپریل ۱۹۷۲ء

اس سے پہلے آل انڈیا مسلم کانفرنس کے سالانہ اجلاس منعقدہ لاهور مورخه ۲۱ مارچ ۱۹۳۲ء کے خطبہ صدارت میں مسلمانوں کی اصلاح احوال کے لئے انھوں نے پانچ تجویزیں پیش کی تھیں جن میں سے ایک کا تعلق مسلمانوں میں تعلیم عام کرنے کا مسئلہ سے تھا۔ اس کا ایک اقتباس درج ذیل ھے:

"ملک کے تمام بڑے بڑے قصبوں میں مردوں اور عورتوں کے تمدنی ادارے قائم کئے جائیں جن کا سیاسی مسائل سے کوئی علاقه نه هو۔ ان کا اهم مقصد یہی هو که وه اگلی نسل کی خوابیده قوتوں کو مجتمع کریں۔ انھیں اسلام کی گزشته فتوحات یاد دلائیں اور یه بتلائیں که عالم انسانیت کی مذهبی اور تمدنی زندگی میں اسلام نے ابھی کیا کچھ کرنا ھے۔ عوام کی ترقی پذیر صلاحیتوں کو بیدار کرنے کا یہی ایک طریقه ھے که ان کے سامنے کوئی نیا کام رکھا جائے جو فرد کو پوری جماعت پر نظر ڈالنے کی توفیق بخشے اور جب یه قوتیں ایک بار بیدار هوجاتی هیں تو وه اپنے ساتھ نئی کشمکش کے لئے تازه دم لاتی هیں اور ایک ایسی باطنی آزادی جو نه محض کشمکش کو پسند کرتی ھے بلکه حیات نو کی خبر بھی دیتی ھے"۔(۱)

مطالعۂ تاریخ

قوموں کے لئے تاریخ کو وهی اهمیت حاصل ھے جو افراد کے لئے قوت حافظه کو حاصل ھے۔ علامه فرماتے هیں افراد کی صورت میں احساس نفس کا تسلسل قوت حافظه سے ھے۔ اقوام کی صورت میں اس کا تسلسل و استحکام قومی تاریخ کی حفاظت سے ھے۔ گویا قومی تاریخ حیات ملیه کے لئے بمنزله

---

(۱) حرف اقبال مرتبه لطیف احمد شیروانی، صفحه ۵۷

اس تجویز کے سلسله میں (اقبال نے هرٹگ کمیٹی (Hartog Committee) کا ذکر کیا ہے جس نے مسلمانوں کی پسماندگی دور کرنے کے لئے انھیں زیاده سے زیاده تعلیمی مواقع دینے کی سفارش کی گئی تھی۔ بہر حال اقبال صرف تعلیم کی بجائے اسلامی تعلیم کو ملت کے امراض کا مداوا خیال کرتے تھے۔

قوت حافظہ کے ہے جو اس کے مختلف مراحل کے حسیات و اعمال کو مربوط کرکے قومی انا، کا زمانی تسلسل محفوظ و قائم رکھتی ہے ۔ علم الحیات و عمرانیات کے اسی نکتہ کو مدنظر رکھ کر میں نے (رموز بیخودی میں) ملت اسلامیہ کی ہئیت ترکیبی اور اس کے مختلف اجزاء و عناصر پر نظر ڈالی ہے اور مجھے یقین ہے کہ امت مسلم کی حسیات کا صحیح ادراک اسی نقطہ نگاہ سے حاصل ہوسکتا ہے،، ۔(۱)

اقبال نے رموز بیخودی کے صفحہ ۱۷۱-۱۷۲ پر تفصیل سے اپنے اس نقطہ نظر کی تشریح کی ہے ۔ ان کے افکار کا خلاصہ یہ ہے کہ جو قومیں اپنی سرگزشت سے غافل ہوکر دوسری قوموں کی روایات کو اپنا لیتی ہیں وہ یاتو آہستہ آہستہ صفحہ ہستی سے نابود ہوجاتی ہیں یا ان کا قومی تشخص ختم ہوجاتا ہے اور ان کی ہستی دوسری قوموں کی ہستی میں گم ہوجاتی ہے ۔

قوم روشن از سواد سر گزشت　　خود شناس آمد زیاد سرگزشت
سر گزشت او گر از یادش رود　　باز اندر نیستی گم مے شود

(رموز بیخودی : ۱۷۱)

یہی وجہ ہے کہ اقبال ملی تاریخ کو شامل نصاب کرنا اور اس کو قومی نقطہ نظر سے مدون کرنا بہت ضروری خیال کرتے ہیں۔ ۱۹۳۲ء میں پنجاب یونیورسٹی کے درو بام پر متعصب ہند عنصر کے غلبہ کے تحت استاذ تاریخ، پروفیسر جے ایف بروس کی تجویز پر تاریخ اسلام کو بی اے کے نصاب سے خارج کردیا گیا ۔ اس پر مسلمانان لاہور نے شدید احتجاج کیا ۔ ۱۱ جون ۱۹۳۲ء کو مسلم انسٹیٹیوٹ کے زیر اہتمام باغ بیرون موچی دروازہ ایک احتجاجی جلسہ منعقد ہوا ۔ جس کی صدارت علامہ اقبال نے کی۔ خطبہ صدارت

---

(۱) دیباچہ رموز بیخودی بحوالہ ''اقبال قرآن حکیم کی روشنی میں،، از قاضی محمد ظریف، جلد دوم صفحہ ۳۶

میں آپ نے اسلامی تاریخ کی قومی اور عالمگیر اھمیت پر پرمغز بحث کی اور انجمن حمایت اسلام پر زور دیا کہ وہ تاریخ اسلامی کی تدریس کا اعلیٰ انتظام کرے اس جلسے کے آخر میں آپ کی طرف سے یہ قرارداد پیش کی گئی جو متفقہ طور پر منظور ھوئی :

''مسلمانان لاھور کا یہ جلسہ ھندوستان کی تمام جدید و قدیم اسلامی درسگاھوں مثلاً مدرسۂ عالیہ دیوبند اور سہارنپور و لکھنؤ وغیرہ کو تاریخ اسلامی کی تعلیم و ترویج کی طرف توجہ دلاتا ھے۔ اس مقصد کو حاصل کرنے کے لئے مروجہ نصاب میں ترمیم کی جائے اور تاریخ اسلامی کو مسلمانوں کی تعلیم کا جزو لاینفک قرار دیا جائے،،۔(۱)

تعلیمی منصوبہ

اقبال ھمیشہ اس امر کے آرزو مند رھے کہ ایک ایسا نظام تعلیم وضع کیا جائے جو مجتہدانہ بصیرت اور تجدیدی صلاحیت کے مالک علماء پیدا کرسکے۔ اس سلسلہ میں صاحبزادہ آفتاب احمد خاں کے خط کے جواب میں انھوں نے ایک تفصیلی خط تحریر کیا جس کے مطالعے سے اقبال کے تعلیمی منصوبے کا کماحقہ، اندازہ ھو سکتا ھے۔ اس خط سے واضح ھوتا ھے کہ وہ علم و فضلاء کو قرآن و سنت کے علاوہ مغربی علوم و فنون کا ماھر بھی بنانا چاھتے تھے تاکہ وہ جدید دور کے تقاضوں سے آشنا اور ان کی تکمیل میں کوشاں ھو سکیں۔ اس سے اقبال کے مجوزہ نظام کے پانچ بڑے بڑے مقاصد متعین ھوتے ھیں :

(۱) موزوں صفات کے علماء پیدا کرنا جو جدید دور میں مسلمانوں کی روحانی ضرورتیں پوری کرسکیں۔

(۲) ایسے علماء تیار کرنا جو اسلامی افکار اور ادبیات کے مختلف شعبوں

---

(۱) گفتار اقبال مرتبہ محمد رفیق افضل صفحہ ۱۵۴

میں تحقیقات کرسکیں اور اسلامی تمدن اور موجودہ علوم کے درمیان حیات دماغی کے تسلسل کو دریافت کر سکیں۔

(۳) ایسے علماء پیدا کرنا جو اسلامی تاریخ، آرٹ، عمرانیات پر حاوی ہوں۔

(۴) ایسے علماء تیار کرنا جو اسلام کے قانونی لٹریچر میں تحقیق کے لئے موزوں ہوں۔

(۵) علماء کو اس قابل بنانا کہ وہ جدید سائنسی علوم سے واقفیت حاصل کرسکیں اور مغربی زبانوں میں مہارت پیدا کرسکیں۔(۱)

جدید تحریک تعلیم

۱۹۳۳ء کے لگ بھگ اقبال نے علامہ مصطفےٰ المراغی شیخ الجامعہ ازہر (مصر) کے نام ایک خط میں اس عندئیے کا اظہار کیا ہے کہ ملت اسلامیہ کا احیاء ایسی تعلیمی تحریک ہی سے ممکن ہے جو بیک وقت دین و دنیا اور قدیم و جدید کی جامع ہو:

"ہم نے ارادہ کیا ہے کہ پنجاب کے ایک گاؤں میں ایک ایسا ادارہ قائم کریں جس کی نظیر آج تک یہاں وقوع میں نہیں آئی۔ ہماری خواہش ہے کہ اس ادارہ کو وہ شان حاصل ہو جو دوسرے دینی اور اسلامی اداروں کی شان سے بہت بڑھ چڑھ کر ہو۔ ہم نے ارادہ کیا ہے کہ علوم جدید کے چند فارغ التحصیل حضرات اور چند علوم دینیہ کے ماہرین کو یہاں جمع کریں یہ ایسے حضرات ہوں جن میں اعلیٰ درجے کی ذہنی صلاحیتیں موجود ہوں اور وہ اپنی زندگیاں دین اسلام کی خدمت کے وقف کرنے کو تیار ہوں۔ ہم ان کے لئے تہذیب حاضرہ کے شور و شغب سے دور ایک کونے میں

---

(۱) مکمل خط کے لئے ملاحظہ ہو اقبال نامہ مرتبہ شیخ عطاء اللہ ایم۔اے، حصہ دوم، صفحہ ۲۱۲-۲۲۵ اقبال کے تعلیمی نظریات کو سمجھنے کے لئے یہ خط کلیدی حیثیت کا حامل ہے

ہوسٹل بنانا چاہتے ہیں جو کہ ان کے لئے ایک علمی اسلامی مرکز ہو اور ہم ان کے لئے ایک لائبریری قائم کرنا چاہتے ہیں جس میں ہر قسم کی نئی اور پرانی کتاب موجود ہو اور ان کی رہنمائی کے لئے ہم ایک ایسا معلم جو کامل اور صالح ہو اور قرآن حکیم میں بصارت تامہ رکھتا ہو اور نیز انقلاب دور حاضرہ سے بھی واقف ہو مقرر کرنا چاہتے ہیں تا کہ وہ ان کو کتاب اللہ اور سنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی روح سے واقف کرے اور تفکر اسلامی کی تجدید یعنی فلسفہ، حکمت ، اقتصادیات اور سیاسیات کے علوم میں ان کی مدد کرے تا کہ وہ اپنے علم اور تحریروں کے ذریعے تمدن اسلامی کے دوبارہ زندہ کرنے میں جہاد کر سکیں ،، ۔(۱)

اس خط میں انھوں نے شیخ الازہر سے درخواست کی کہ وہ اپنے خرچ پر ایک مصری عالم کو یہاں بھیجیں لیکن اقبال کا یہ ارادہ پورا نہ ہوسکا ۔ اس کے باوجود اقبال آخری دم تک اس قسم کے ادارے کے قیام میں کوشاں رہے ۔ اقبال کے ایک عقیدت مند سید نذیرنیازی راوی ہیں کہ حکیم الامت علامہ اقبال کی رحلت سے کچھ عرصہ پہلے چوھدری نیاز علی صاحب ، ریٹائرڈ ایس ڈی او ، نے ایک ملاقات میں علامہ سے عرض کیا کہ انھوں نے پٹھان کوٹ کے قریب جمال پور میں ایک وقف قائم کیا ہے آپ مشورہ دیں کہ اس وقف کو کیسے استعمال کیا جائے ۔ مرحوم نے مشورہ دیا کہ تقاضائے وقت کے مطابق فقہ اسلامی کی تشکیل جدید کی جدوجہد کی جائے ۔ اس سلسلہ میں انھوں نے سید ابوالاعلیٰ مودودی ایڈیٹر ”ترجمان القرآن ،، کا ذکر کیا ۔ چنانچہ مودودی صاحب سے مراسلت کی گئی ۔(۲) جس کے نتیجہ میں انھوں نے اس جگہ ”دارالاسلام،، کے نام سے اپنی علمی

---

(۱) اقبال نامہ (مجموعہ مکاتیب اقبال) مرتبہ شیخ عطاءاللہ ایم ۔ اے ۔ حصہ اول، صفحہ ۲۰۱ - ۲۰۲ ۔

(۲) ہفت روزہ ”ایشیا“ لاہور، ۲۰ اپریل ۱۹۶۹ء

تحریک کا مرکز قائم کیا ۔ جو تقسیم برصغیر تک قائم رہا ۔(۱)

ادارۂ معارف اسلامیہ کا قیام

۱۹۲۸ء میں علامہ اقبال نے آل انڈیا اورئنٹل کانفرنس کے اجلاس منعقدہ لاہور کے شعبہ اردو ، فارسی اور عربی کی صدارت فرمائی ۔ اور خطبہ صدارت میں مسلمانان ہند کو اسلام کے معاشی پہلو اور دیگر علوم طبعی کی تحقیق کی طرف متوجہ کیا ۔ لاہور کے اصحاب علم و فضل پر مشتمل مجمع کو دیکھ کر ایک ایسے ادارے کی تاسیس کی تحریک کی جس کے پیش نظر اسلامیات کی تحقیق خصوصاً فلسفہ، تمدن اسلام اور طبعیات کا عمیق مطالعہ و تحقیق ہو۔ ۱۷ اکتوبر ۱۹۳۲ء کو اس ادارے کے قیام کے موقع پر آپ نے بعض بلند پایہ علمی شخصیتوں کی معیت میں تفصیلی بیان شائع فرمایا جس میں اس ادارے کے اغراض و مقاصد وسعت کار ، طریق عمل وغیرہ کی وضاحت کی گئی تھی ۔ ادارے کا نام '' ادارۂ معارف اسلامیہ،، تجویز کیا گیا اور طے پایا کہ ہر دوسرے سال اس کا اجلاس ہندوستان کے کسی بڑے شہر میں ہوا کرے جس میں محققین علوم اسلامیہ جمع ہوکر داد تحقیق دیں ۔ اس ادارے کے خازن آپ مقرر ہوئے اور آپ کی کوششوں سے نظام حیدرآباد دکن کی طرف سے دو ہزار روپے کی خطیر رقم بطور سالانہ امداد مقرر ہوگئی ۔ یہ امداد تین سال کے لئے تھی ۱۵، ۱۶ اپریل ۱۹۳۳ء کو ادارۂ معارف اسلامیہ کا پہلا اجلاس علامہ اقبال کی زیر صدارت ، ہیلی ہال پنجاب یونیورسٹی میں منعقد ہوا ۔ صدر مجلس استقبالیہ کی حیثیت سے مشہور ماہر تعلیم ڈاکٹر خلیفہ شجاع الدین نے ادارے کے اغراض و مقاصد پر روشنی ڈالی ۔ علامہ نے خطبہ صدارت میں فرمایا :

''وقت کا تقاضا یہ ہے کہ اب ہم فقہی جزئیات کی چھان بین کی بجائے ان اہم شعبہ ہائے علم کی طرف متوجہ ہوں جو ہنوز محتاج تحقیق ہیں ۔ ریاضیات،

---

(۱) ذکر اقبال از مولانا عبدالمجید سالک، صفحہ ۲۱۴

عمرانیات، طب اور طبعیات میں مسلمانوں کے شاندار کارنامے ابھی تک دنیا کے مختلف کتب خانوں میں مستور و پنہاں ھیں جن کے احیاء کی سخت ضرورت ھے،،۔(۱)

''ادارۂ معارف اسلامیہ،، کے پہلے اجلاس میں سات اردو اور آٹھ انگریزی مقالات پڑھے گئے دوسرا اجلاس ۱۰، ۱۱، ۱۲ اپریل ۱۹۳۶ء کو سینارڈھال لاھور میں منعقد ھوا۔ جس میں برصغیر ھندو پاک کے چوٹی کے محققین نے مختلف موضوعات پر گیارہ اردو اور تیرہ انگریزی مقالات پڑھے۔ اس اجلاس کی روداد، مجلس عاملہ نے ۱۹۳۸ء میں لاھور سے شائع کی، ادارہ کا تیسرا اجلاس ۲۶، ۲۷، ۲۸ دسمبر ۱۹۳۸ء کو عربک کالج دھلی میں منعقد ھوا۔ اس میں گیارہ اردو اور چھ انگریزی مقالات سنائے گئے۔ اس اجلاس کی روداد ۱۹۴۲ء میں لاھور سے شائع ھوئی۔ ان رودادوں کے مطالعہ سے یہ بات اچھی طرح واضح ھوجاتی ھے کہ مغرب کی طرف سے مسلمانوں پر افلاس علم کا جو الزام عائد کیا جاتا رہا ھے وہ صریحاً غلط ھے۔ اس ادارے کی کوششوں سے اھل علم کی توجہ اجتماعی طور پر اس امر کی طرف مبذول ھوئی کہ مسلمان نوجوانوں کو مغرب کی مرعوبیت سے نکالا جائے اور ان میں ملی تشخص کے رجحانات کو تقویت پہنچائی جائے۔

---

(۱) گفتار اقبال از محمد رفیق افضل صفحہ ۱۷۰-۱۷۱

مرتب نے اورنٹل کانفرنس کی تاریخ انعقاد ۱۹۲۹ء درج کی گئی ہے جو کہ درست نہیں روداد ''ادارۂ معارف اسلامیہ،، اجلاس اول کے صفحہ ایک پر یہ تاریخ ۱۹۲۸ء لکھی گئی ہے۔ اور یہی تاریخ انوار اقبال مرتبہ بشیر احمد ڈار کے صفحہ ۲۴۷ پر درج ہے۔ نیز اورنٹل کانفرنس میں علامہ کا خطبہ صدارت انگریزی میں تھا جس کا ایک ترجمہ اسرائیل احمد نے کیا جو ''صوفی،، منڈی بہاؤالدین کے مارچ ۱۹۳۱ء کے شمارہ میں شائع ھوا۔ اور دوسرا ترجمہ داؤد رھبر نے کیا جو ''اورنٹل کالج میگزین،، حصہ اول کے اگست ۱۹۴۷ء کے شمارہ میں شائع ھوا۔ تقریباً اسی زمانہ میں اقبال نے اپنے خطبات مدارس دئے تھے (۱۹۲۹ء) اسی لئے اس خطبہ اور ''تشکیل جدید الہیات اسلامیہ،، کے تیسرے خطبہ میں لفظی و معنوی اشتراک ملتا ہے۔

ادارہ تحقیقات اسلامی

۱۹۳۷ء میں انٹرکالیجیٹ مسلم برادرہڈ لاہور نے ” یوم اقبال “ منانے کا ارادہ کیا۔ سر سکندر حیات نے اس ادارے کو سراہتے ہوئے ایک اخباری بیان میں یہ تجویز پیش کی کہ علامہ کی گرانقدر ملی اور علمی خدمات کے سلسلہ میں ایک بڑی رقم کی تھیلی کا نذرانہ ان کی خدمت میں پیش کیا جائے علامہ نے کمال استغنا سے اس تجویز کو رد کردیا۔ ۱۰ دسمبر ۱۹۳۷ء کو ایک بیان میں علامہ اقبال نے تحقیقات اسلامی کے ادارے کو اپنی مالی ضروریات پر ترجیح دیتے ہوئے فرمایا:

”مقامی اسلامیہ کالج میں اسلامیات کے متعلق طرز جدید پر تحقیقی شعبہ کا قیام صوبے کی اہم ترین ضرورت ہے، کیونکہ ہندوستان کے کسی صوبے میں اسلامی تاریخ، الہیات، فقہ اور تصوف سے لا علمی کی وجہ سے اتنا فائدہ نہیں اٹھایا گیا جتنا پنجاب میں، یہ بہترین وقت ہے کہ اسلامی فلسفہ اور زندگی کا غائر مطالعہ کرکے لوگوں پر واضح کیا جائے کہ اسلام کا اصل مقصد کیا ہے اور کس طرح اس خول نے جو موجودہ ہندوستانی مسلمانوں کے ضمیر پر چھایا ہوا ہے اسلامی اصولوں اور خیالات کو دبا دیا ہے۔ اس خول کو فوراً دور کرنے کی ضرورت ہے تاکہ نئی پود کا ضمیر اس آلائش سے پاک ہو کر فطری اور آزادانہ طریق پر پرورش پا سکے۔

اس قسم کے ادارے سے اب بھی مسلمان کافی فائدہ اٹھا سکتے ہیں کیونکہ اسلام ایشیائی قوموں کی زندگی میں بڑا اہم جزو ہے اور رہا ہے اور بنی نوع انسان کی مذہبی اور عقلی ارتقاء میں اس کا بہت بڑا حصہ رہا ہے “۔(۱)

تعلیم نسواں

علامہ اقبال معاشرے کی ترقی کے لئے تعلیم نسواں کے فروغ کے خواہشمند

---

(۱) حرف اقبال مرتبہ لطیف احمد شروانی، صفحہ ۲۲۱ - ۲۲۲

تھے۔ ۱۹۰۴ء میں انھوں نے ''قومی زندگی'' کے عنوان پر ایک مضمون لکھا۔ اس میں اہل ہند کی معاشی و معاشرتی خرابیوں کی اصلاح کے ساتھ تعلیمی ترقی کے لئے بھی تجاویز پیش کیں۔ اس مضمون میں تعلیم نسواں کی اہمیت پر یوں اظہار خیال فرماتے ہیں :

عمومیات کو چھوڑ کر اگر خصوصیات پر نظر ڈالی جائے تو عورتوں کی تعلیم سب سے زیادہ توجہ کی مستحق ہے عورت حقیقت میں تمدن کی جڑ ہے۔ ماں اور بیوی دو ایسے پیارے لفظ ہیں کہ تمام مذہبی نیکیاں ان میں مستتر ہیں اگر ماں کی محبت میں حب وطن اور حب قوم پوشیدہ ہے جس میں سے تمام تمدنی نیکیاں بطور نتیجے کے پیدا ہوتی ہیں تو بیوی کی محبت اس سوز کا آغاز ہے جس کو عشق الہی کہتے ہیں پس ہمارے لئے ضروری ہے کہ تمدن کی جڑ کی طرف اپنی توجہ مبذول کریں اور اپنی قوم کی عورتوں کو تعلیم کے زیور سے آراستہ کریں۔ مرد کی تعلیم صرف ایک فرد واحد کی تعلیم ہے مگر عورت کو تعلیم دینا حقیقت میں تمام خاندان کو تعلیم دینا ہے۔ دنیا میں کوئی قوم ترقی نہیں کرسکتی اگر اس قوم کا آدھا حصہ جاہل مطلق رہ جائے۔ لیکن اس ضمن میں ایک غور طلب سوال پیدا ہوتا ہے کہ آیا مشرقی عورتوں کو مغربی طریق تعلیم کے مطابق تعلیم دی جائے یا کوئی ایسی تدبیر اختیار کی جائے جس سے ان کے وہ شریفانہ اطوار جو مشرقی دل و دماغ کے ساتھ خاص ہیں قائم رہیں میں نے اس سوال پر غور و فکر کیا ہے مگر چونکہ ابھی تک کسی قابل عمل نتیجے پر نہیں پہنچا اس واسطے فی‌الحال میں اس بارے میں کوئی رائے نہیں دے سکتا''۔(۱)

اس کے کچھ عرصے کے بعد انھوں نے واضح طور پر کہہ دیا کہ مسلمان

---

(۱) مقالات اقبال مرتبہ سید عبدالواحد معینی، صفحہ ۵۶ - ۵۷

یہ مضمون ماہنامہ ''مخزن'' بابت ماہ اکتوبر ۱۹۰۴ء میں شائع ہوا تھا۔

لڑکیوں کے لئے ایسی تعلیم کا اہتمام کیا جائے جس کی مدد سے مسلم معاشرے کی خاندانی فضا مغربی تہذیب کے اثرات سے محفوظ رہ سکے :

لڑکیاں پڑھ رہی ہیں انگریزی　　ڈھونڈ لی قوم نے فلاح کی راہ
روش مغربی ہے مد نظر　　وضع مشرق کو جانتے ہیں گناہ
یہ ڈرامہ دکھائے گا کیا سین
پردہ اٹھنے کی منتظر ہے نگاہ

(بانگ درا : ۳۲۰)

اقبال زن و مرد کے جداگانہ میدان عمل اور دائرہ کار کے قائل تھے اس لئے وہ عورت کے لئے ایسی تعلیم چاہتے تھے جو اس کی فطری معاشرتی ذمہ داریوں کی ادائیگی میں ممد و معاون ثابت ہو اور اس میں دینی تعلیم کا عنصر لازمی حیثیت رکھتا ہو۔ ''عورت اور تعلیم،، کے عنوان سے فرماتے ہیں :

جس علم کی تاثیر سے زن ہوتی ہے نازن
کہتے ہیں اسی علم کو ارباب نظر موت
بیگانہ رہے دیں سے اگر مدرسۂ زن
ہے عشق و محبت کے لئے علم و ہنر موت

(ضرب کلیم : ۹۰)

ایک اور مقام پر تعلیم نسواں کے نصاب پر دوٹوک انداز میں اپنے خیالات کا اظہار کرتے ہیں :

''ہماری جماعت کا شیرازہ اسی وقت تک بندھا رہ سکتا ہے جب تک کہ مذہب اسلام اور تہذیب اسلام کو ہم پر قابو ہے چونکہ عورت کے دل و دماغ کو مذہبی تخیل کے ساتھ ایک خاص مناسبت ہے لہذا قومی ہستی کی مسلسل بقاء کے لئے یہ بات نہایت ضروری ہے کہ ہم اپنی عورتوں کو ابتداء میں ٹھیٹھ مذہبی تعلیم دیں جب وہ مذہبی تعلیم سے فارغ ہو چکیں

تو ان کو اسلامی تاریخ علم‌تدبیرخانہ‌داری اور علم اصول حفظ صحت پڑھایا جائے۔ اس سے ان کی دماغی قابلیتیں اس حد تک نشو و نما پا جائیں گی کہ وہ اپنے شوھروں سے تبادلہ خیالات کرسکیں گی اور امونت کے وہ فرائض خوش اسلوبی سے سر انجام دے سکیں گی جو میری رائے میں عورت کے فرائض اولین ھیں تمام وہ مضامین جو ان کی نسائیت کی نفی کرتے یا اسلام کی حلقه بگوشی سے انھیں آزاد کرنے والے ھوں باحتیاط ان کے نصاب تعلیم سے خارج کر دینے چاہئیں لیکن ھمارے نکتہ آموز ابھی تک اندھیرے میں رستہ ٹٹولتے پھرتے ھیں انھوں نے ابھی تک ھماری لڑکیوں کے لئے کوئی خاص نصاب تعلیم معین و مرتب نہیں کیا اور ان میں سے بعض بزرگوں کی آنکھیں تو مغربی تصورات کی روشنی سے ایسی چندھیائی ھیں کہ وہ ابھی تک اسلام میں جو قومیت کو ایک خاص ذھنی کیفیت یعنی مذھب پر منحصر قرار دیتا ھے اور مغربیت میں جس نے قومیت کا محل ایک خارجی سواد یعنی وطن کی بنیاد پر تعمیر کیا ھے کوئی فرق نہیں سمجھ سکتے،، -(۱)

علامہ اقبال مسلم معاشرے کی ترقی کے لئے تعلیم نسواں کو فروغ دینے اور مخصوص نصاب مرتب کرنے کے لئے بہت مضطرب تھے۔ انجمن حمایت اسلام کے اجلاس منعقدہ ۱۴ جولائی ۱۹۳۴ء میں آپ نے انجمن پر زور دیا کہ وہ مسلمان لڑکیوں کی تعلیم کا بھی مناسب انتظام کرے :

”دوسرا امر جو آپ کی فوری توجہ کا محتاج ھے وہ مسلمان لڑکیوں کی تعلیم ھے۔ مسلمانوں کا متوسط طبقہ اب کافی بیدار ھوچکا ھے اور اس بات کا مطالبہ کر رھا ھے کہ ان کی اولاد کی صحیح اسلامی اصول کے مطابق تعلیم و تربیت کی جائے۔ میری ذاتی رائے تو یہ ھے کہ انجمن فی‌الحال مسلمان لڑکیوں کی تعلیم کے لئے اپنا نصاب تجویز کرے اور مجوزہ نصاب کے مطابق

---

(۱) خطبات اقبال مرتبہ رضیہ فرحت بانو صفحہ ۱۰۷